

قرآن مجید اور خواتین

<?xml encoding="UTF-8">

اسلام میں خواتین کے موضوع پر غور کرنے سے پہلے اس نکتہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اسلام نے ان افکار کا مظاہرہ اس وقت کیا ہے جب باپ اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتا تھا اور اس جلادیت کو اپنے لیے باعث عزت و شرافت تصور کرتا تھا عورت دنیا کے ہر سماج میں انتہائی بے قیمت مخلوق تھی اولاد ماں کو باپ سے ترکہ میں حاصل کیا کرتی تھی لوگ نہایت آزادی سے عورت کا لین دین کیا کرتے تھے اور اس کی رائے کی کوئی قیمت نہیں تھی حدیہ ہے کہ یونان کے فلاسفہ اس نکتہ پر بحث کر رہے تھے کہ اسے انسانوں کی ایک قسم قرار دیا جائے یا یہ ایک ایسی انسان نام مخلوق ہے جسے اس شکل و صورت میں انسان کے انس و الفت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ اس سے ہر قسم کا استفادہ کر سکے استفادہ کر سکے ورنہ اس کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دورہ حاضر میں آزادی نسواں اور تساوی حقوق کا نعرہ لگانے والے اور اسلام پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنے والے اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ عورتوں کے بارے میں اس طرح کی باعزت فکر اور اس کے سلسلہ میں حقوق کا تصور بھی اسلام ہی کا دیا ہوا ہے ورنہ اس کی طرح کی باعزت فکر اور اس کے سلسلہ میں حقوق کا تصور بھی اسلام ہی کا دیا ہوا ہے ورنہ اس نے ذلت کی انتہائی گہرائی سے نکال کر عزت کے اوج پر نہ پہنچا دیا ہوتا تو آج بھی کوئی اس کے بارے میں اس انداز سے سوچنے والا نہ ہوتا یہودیت اور عیسائیت تو اسلام سے پہلے بھی موضوعات پر بحث کیا کرتے تھے انہیں اس وقت اس آزادی کا خیال کیوں نہیں آیا اور انہوں نے اس دور میں مساوی حقوق کا نعرہ کیوں نہیں لگایا یہ آج عورت کی عظمت کا خیال کہاں سے آگیا اور اس کی ہمدردی کا اس قدر جذبہ کہاں سے آگیا ؟

درحقیقت یہ اسلام کے بارے میں احسان فراموشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ جس نے تیر اندازی سیکھائی اسی کو نشانہ بنادیا اور جس نے آزادی اور حقوق کا نعرہ دیا اسی پر الزامات عائد کر دیے۔ بات صرف یہ ہے کہ جب دنیا کو آزادی کا خیال پیدا ہوا تو اس نے یہ غور کرنا شروع کیا کہ آزادی کا یہ مفہوم تو ہمارے دیرینہ مقاصد کے خلاف ہے آزادی کا یہ تصور تو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ ہر مسئلہ میں اس کی مرضی کا خیال رکھا جائے اور اس پر کسی طرح کا دباؤ نہ ڈالا جائے اور اس کے حقوق کا تقاضا یہ ہے کہ اسے میراث میں حصہ دیا جائے اسے جاگیر داری اور سرمایہ کاشریک تصور کیا جائے اور یہ ہمارے تمام رکیک ، ذلیل اور فرسودہ مقاصد کے منافی ہے لہذا انہوں نے اسی آزادی اور حق کے لفظ کو باقی رکھتے ہوئے مطلب برآری کی نئی راہ نکالی اور یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ عورت کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس کے ساتھ چاہے چلی جائے اور اس کے مساوی حقوق کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جتنے افراد سے چاہے رابطہ رکھے اس سے زیادہ دور حاضر کے مردوں کو عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ عورت کو کرسی اقتدار پر بٹھاتے ہیں تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور اس کے برسر اقتدار لانے میں کسی نہ کسی صاحب قوت و جذبات کا ہاتھ ہوتا ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ وہ قوموں کی سربراہ ہونے کے بعد بھی کسی نہ کسی سربراہ کی ہاں میں ہاں ملاتی رہتی ہے اور اندر سے کسی نہ کسی احساس کمتری میں مبتلا رہتی ہے اسلام اسے صاحب اختیار دیکھنا چاہتا ہے لیکن مردوں کا آلہ کار بن کر نہیں۔ وہ اسے حق اختیار و انتخاب دینا چاہتا ہے لیکن اپنی شخصیت ، حیثیت ، عزت اور کرامت کا خاتمہ کرنے کے بعد نہیں۔ اس کی نگاہ میں اس طرح کا اختیار مردوں

کو حاصل نہیں ہے تو عورتوں کا کہاں سے حاصل ہو جائے گا جب کہ اس کی عصمت و عفت کی قدر و قیمت مرد سے زیادہ ہے اور اس کی عفت جانے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آتی ہے جب کہ مرد کے ساتھ ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

اسلام مردوں سے بھی یہ مطالبی کرتا ہے کہ جنس تسکین کے لیے قانون کا دامن نہ چھوڑیں اور کوئی قدم ایسا نہ اٹھائیں جو ان کی عزت و شرافت کے خلاف ہو چنانچہ ان تمام عورتوں کی نشاندہی کردی گئی جن جنسی تعلقات کا جواز نہیں ہے ان تمام صورتوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا جن سے سابقہ رشتہ مجروح ہوتا ہے اور ان تمام تعلقات کو بھی واضح کر دیا جن کے بعد پھر دوسرا جنسی تعلق ممکن نہیں رہ جاتا ایسے مکمل اور مرتب نظام زندگی کے بارے میں یہ سوچنا کہ اس نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے اور عورتوں کے حق میں نا انصافی سے کام لیا ہے خود اس کے حق میں نا انصافی بلکہ احسان فراموشی ہے ورنہ اس سے پہلے اسی کے سابقہ قوانین کے علاوہ کوئی اس صنف کا پرسان حال نہیں تھا اور دنیا کی ہر قوم میں اسے نشانہ ظلم بنالیا گیا تھا۔

اس مختصر تمہید کے بعد اسلام کے چند امتیازی نکات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جہاں اس نے عورت کی مکمل شخصیت کا تعارف کرایا ہے اور اسے اس کا واقعی مقام دلویا ہے۔

عورت کی حیثیت :

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمة (روم ۲۱)

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے سکون زندگی حاصل ہو اور پھر تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ بھی قرار دیا ہے۔

آیت کریمہ میں دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

۱۔ عورت عالم انسانیت ہی کا ایک حصہ ہے اور اسے مرد کا جوڑا بنا گیا ہے۔ اس کی حیثیت مرد سے کمتر نہیں ہے۔

۲۔ عورت کا مقصد وجود مرد کی خدمت نہیں ہے، مرد کا سکون زندگی ہے اور مرد و عورت کے درمیان طرفینی محبت اور رحمت ضروری ہے یہ یکطرفہ معاملہ نہیں ہے۔

ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف وللرجال علیہن درجۃ بقرہ ۲۲۸)

عورتوں کے لیے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے ذمہ فرائض ہیں مردوں کو ان کے اوپر ایک درجہ اور حاصل ہے۔

یہ درجہ حاکمیت مطلقہ کا نہیں ہے بلکہ ذمہ داری کا ہم کہ مردوں کی ساخت میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ وہ عورتوں کی ذمہ داری سنبھال سکیں اور اسی بنا انہیں نان و نفقہ اور اخراجات کا ذمہ دار بنا گیا ہے۔

فاستجاب لہم ربہم انی لا اذیع عمل عامل منکم من ذکر وانثی بعضکم من بعض (آل عمران ۱۹۵)

توالہ نے ان کی دعا کو قبول کر لیا کہ ہم کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرنا چاہتے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، تم میں بعض بعض سے ہے

یہاں پردونوں کے عمل کو برابری حیثیت دی گئی ہے اور ایک کو دوسرے سے قرار دیا گیا ہے۔

ولاتتمنوا مافضل الله بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن (نساء ۳۲)

اور دیکھو جو خدانے بعض کو بعض سے زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے حاصل کر لیا ہے۔

یہاں بھی دونوں کو ایک طرح کی حیثیت دی گئی ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی فضیلت پر نظر لگانے سے روک دیا گیا ہے۔

وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا (اسراء ۲۳)

اور یہ کہو کہ پروردگار ان دونوں (والدین) پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے مجھے پالا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ماں باپ کو برابری حیثیت دی گئی ہے اور دونوں کے ساتھ احسان بھی لازم قرار دیا گیا ہے اور دونوں کے حق میں دعائے رحمت کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

ياايها الذين آمنوا لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها ولا تعضلوهن لتذهبن ببعض ما تيمتوهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا (نساء ۱۹)

ایمان والو۔ تمہارے لئے نہیں جائز ہے کہ عورت کے زبردستی وارث بن جاؤ اور نہ یہ حق ہے کہ انہیں عقد سے روک دو کہ اس طرح جو تم نے ان کو دیا ہے اس کا ایک حصہ خود لے لو جب تک وہ کوئی کھلم کھلا بد کاری نہ کریں، اور ان کے ساتھ مناسب برتاؤ کرو کہ اگر انہیں پسند کرتے ہو تو شاید تم کسی چیز کو نا پسند کرو اور خدا اس کے اندر خیر کثیر قرار دیدے،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكنوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكنوهن ضرارا لتعتقدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه (بقرہ ۱۳۲) اور جب عورتوں کو طلاق دو اور ان کی مدت عدہ قریب آجائے تو چاہو تو انہیں نیکی کے ساتھ روک لو ورنہ نیکی کے ساتھ آزاد کردو، اور خبر دار نقصان پہنچانے کی غرض سے مت روکنا کہ اس طرح ظلم کرو گے، اور جو ایسا کریگا وہ اپنے ہی نفس کا ظالم ہوگا۔

مذکورہ دونوں آیات میں مکمل آزادی کا اعلان کیا گیا ہے جہاں آزادی کا مقصد شرف اور شرافت کا تحفظ ہے اور جان و مال دونوں کے اعتبار سے صاحب اختیار ہونا ہے اور پھر یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ان پر ظلم در حقیقت ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ اپنے ہی نفس پر ظلم ہے کہ ان کے لئے فقط دنیا خراب ہوتی ہے اور انسان اس سے اپنی عاقبت خراب کر لیتا ہے جو خرابی دنیا سے کہیں زیادہ بدتر بربادی ہے۔

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم۔ (نساء ۳۴) مرد اور عورتوں

کے نگراں ہیں اور اس لئے کہ انھوں نے اپنے اموال کو خرچ کیا ہے ۔

آیت کریمہ سے بالکل صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا مقصد مرد کو حاکم مطلق بنا دینا نہیں ہی اور عورت سے اس کی آزادی حیات کا سلب کر لینا نہیں ہے بلکہ اس نے مرد کو بعض خصوصیات کی بناء پر کھر کا نگراں اور ذمہ دار بنا دیا ہے اور اسے عورت کے جان مال اور آبرو کا محافظ قرار دیا ہے اس کے علاوہ اس مختصر حاکمیت یا ذمہ داری کو بھی مفت نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں اسے عورت کے تمام اخراجات و مصارف کا ذمہ دار بنا دیا ہے ۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب دفتر کا افسر یا کار خانہ کا مالک صرف تنخواہ دینے کی بنا پر حاکمیت کے بیشمار اختیارات حاصل کر لیتا ہے اور اسے کوئی عالم انسانیت توہین نہیں قرار دیتا ہے اور دنیا کا ہر ملک اسی پالیسی پر عمل کر لیتا ہے تو مرد زندگی کی تمام ذمہ داریاں قبول کرنے کے بعد اگر عورت پر پابندی عائد کردے کہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور کے لئے ایسے وسائل سکون فراہم کردے کہ اسے باہر نہ جانا پڑے اور دوسرے کی طرف ہوس آمیز نگاہ سے نہ دیکھنا پڑے تو کونسی حیرت انگیز بات ہے یہ تو ایک طرح کا بالکل صاف اور سادہ انسانی معاملہ ہے جو ازدواج کی شکل میں منظر عام پر آتا ہے کہ مرد کمایا ہوا مال عورت کا ہوجاتا ہے اور عورت کی زندگی کا سرمایہ مرد کا ہوجاتا ہے مرد عورت کے ضروریات پورا کرنے کے لئے گھنٹوں محنت کرتا ہے اور باہر سے سرمایہ فراہم کرتا ہے اور عورت مرد کی تسکین کے لیے کوئی زحمت نہیں کرتی ہے بلکہ اس کا سرمایہ حیات اس کے وجود کے ساتھ ہے انصاف کیا جائے کہ اس قدر فطری سرمایہ سے اس قدر محنتی سرمایہ کا تبادلہ کیا عورت کے حق میں ظلم اور نا انصافی کہا جاسکتا ہے جب کہ مرد کی تسکین میں بھی عورت برابر کی حصہ دار ہوتی ہے اور یہ جذبہ یک طرفہ نہیں ہوتا ہے اور عورت کے مال صرف کرنے میں مرد کو کوئی حصہ نہیں ملتا ہے مرد پر یہ ذمہ داری اس کے مردانہ خصوصیات اور اس کی فطری صلاحیت کی بنا پر رکھی گئی ہے ورنہ یہ تبادلہ مردوں کے حق میں ظلم ہوتا جاتا اور انہیں یہ شکایت ہوتی کہ عورت نے ہمیں کیاسکون دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں ہم پر ذمہ داریوں کا کس قدر بوجھ لاد دیا گیا ہے یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ جنس اور مال کا سودا نہیں ہے بلکہ صلاحیتوں کی بنیاد پر تقسیم کار ہے عورت جس قدر خدمت مرد کے حق میں کرسکتی ہے اس کا ذمہ دار عورت کا بنادیا گیا ہے اور مرد جس قدر خدمت عورت کرسکتا ہے اس کا اسے ذمہ دار بنادیا گیا ہے اور یہ کوئی حاکمیت یا جلادیت نہیں ہے کہ اسلام پر نا انصافی کا الزام لگادیا جائے اور اسے حقوق نسواں کا ضائع کرنے والا قرار دے دیا جائے ۔

یہ ضرور ہے کہ عالم اسلام میں ایسے مرد بہر حال پائے جاتے ہیں جو مزاجی طور پر ظالم ، بے رحم اور جلاد ہیں اور انہیں جلادی کے لیے کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو اس کی تسکین کا سامان گھر کے اندر فراہم کرتے ہیں اور اپنے ظلم کا نشانہ عورت کو بناتے ہیں کہ وہ صنف نازک ہونے کی بنا پر مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس پر ظلم کرنے میں ان خطرات کا اندیشہ نہیں ہے جو کسی دوسرے مرد پر ظلم کرنے میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کے بعد اپنے ظلم کا جواز قرآن مجید کے اس اعلان میں تلاش کرتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ قوامیت نگرانی اور ذمہ داری نہیں ہے بلکہ حاکمیت مطلقہ اور جلادیت ہے حالانکہ قرآن مجید نے صاف صاف دو وجوہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے ایک مرد کی ذاتی خصوصیت ہے اور امتیازی کے فیت ہے اور اس کی طرف سے عورت کے اخراجات کی ذمہ داری ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ دونوں اسباب میں نہ کسی طرح کی حاکمیت پائی جاتی ہے اور نہ جلادیت بلکہ شاید بات اس کے برعکس نظر آئے کہ مرد میں فطری امتیاز تھا تو اسے اس امتیاز سے فائدہ اٹھانے کے بعد ایک ذمہ داری کا مرکز بنادیا گیا اور اس طرح اس نے چار پیسے حاصل کئے تو انہیں تنہا کھانے کے بجائے اس میں عورت کا حصہ

قراردیا ہے اور اب عورت وہ ما لکھ ہے جو گھر کے اندر چین سے بیٹھی رہے اور مرد وہ خادم قوم ملت ہے جو صبح سے شام تلک اہل خانہ کے آذوقہ کی تلاش میں حیران و سرگرداں رہے یہ درحقیقت عورت کی نسوانیت کی قیمت ہے جس کے مقابلہ میں کسی دولت، شہرت، محنت اور حیثیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ازدواجی زندگی :

انسانی زندگی کا اہم ترین موڑ ہوتا ہے جب دوا انسان مختلف الصنف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی زندگی میں مکمل طور سے دخل ہوجاتے ہیں اور ہر ایک کو دوسرے کی ذمہ داری اور اس کے جذبات کا پورے طور پر لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ اختلاف کی بنا پر حالات اور فطرت کے تقاضے جداگانہ ہوتے ہیں لیکن ہر انسان کو دوسرے کے جذبات کے پیش نظر اپنے جذبات اور احساسات کی مکمل قربانی دینی پڑتی ہے۔

قرآن مجید نے انسان کو اطمینان دلایا ہے کہ یہ کوئی خارجی رابطہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اسے مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے بلکہ یہ ایک فطری معاملہ ہے جس کا انتظام خالق فطرت نے فطرت کے اندر ودیعت کر دیا ہے اور انسان کو اس کی طرف متوجہ بھی کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لآیات لقوم یتکرون (روم)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں سکون زندگی حاصل ہو اور پھر تمہارے درمیان مودت اور رحمت قرار دی ہے اس میں صاحبان فکر کے لئے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں

بے شک اختلاف صنف، اختلاف تربیت، اختلاف حالات کے بعد مودت اور رحمت کا پیدا ہونا ایک علامت قدرت و رحمت پروردگار ہے جس کے بے شمار شعبہ ہیں اور ہر شعبہ میں متعدد نشانیاں پائی جاتی ہیں آیت کریمہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جوڑا اللہ نے پیدا کیا ہے یعنی یہ مکمل خارجی مسئلہ نہیں ہے بلکہ داخلی طور پر ہر مرد میں عورت کے لئے اور ہر عورت میں مرد کے لئے صلاحیت رکھ دی گئی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اپنا جوڑا سمجھ کر برداشت کر سکے اور اس سے نفرت اور بیزاری کا شکار نہ ہوا اور اس کے بعد رشتہ کے زیر اثر مودت اور رحمت کا بھی قانون بنادیا تاکہ فطری جذبات اور تقاضے پامال نہ ہونے پائیں یہ قدرت کا حکیمانہ نظام ہے جس سے علیحدگی انسان کے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر سکتی ہے چاہے انسان سیاسی اعتبار سے اس علیحدگی پر مجبور ہو یا جذباتی اعتبار سے قصداً مخالفت کرے اولیاً اللہ بھی اپنے ازدواجی رشتوں سے پریشان رہے ہیں تو اس کا راز یہی تھا کہ ان پر سیاسی اور تبلیغی اعتبار سے یہ فرض تھا کہ ایسی خواتین سے عقد کرے اور ان مشکلات کا سامنا کرے تاکہ دین خدا فروغ حاصل کر سکے اور کار تبلیغ انجام پاسکے فطرت اپنا کام بہر حال کر رہی تھی یہ اور بات ہے کہ وہ شرعاً ایسے ازدواج پر مجبور اور مامور تھے کہ ان کا ایک مستقل فرض ہوتا ہے کہ تبے لغ دین کی راہ میں زحمتیں برداشت کرے کہ یہ راستہ پھولوں کی سے چ سے نہیں گذرتا ہے بلکہ پر خار وادیو سے ہو کر گذرتا ہے

اس کے بعد قرآن حکیم نے ازدواجی تعلقات کو مزید استوار بنانے کے لئے فرہقین کی نئی ذمہ داریوں کا اعلان کیا اور یہ بات واضح کر دیا کہ صرف مودت اور رحمت سے بات تمام نہیں ہو جاتی ہے بلکہ کچھ اس کے خارجی تقاضے بھی ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے ورنہ قلبی مودت و رحمت بے اثر ہو کر رہ جائے گی اور اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا ارشاد ہوتا ہے :

ہن لباس لکم وانتم لباس لہن - (بقرہ ۱۸۷) عورتیں تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو

یعنی تمہارا خارجی اور معاشرتی فرض یہ ہے کہ ان کے معاملات کی پردہ پوشی کرو اور ان کے حالات کو اسی طرح طشت ازبام نہ ہونے دو جس طرح لباس انسان کے عیوب کو واضح نہیں ہونے دیتا ہے اس کے علاوہ تمہارا ایک فرض یہ بھی ہے کہ انہیں سرد و گرم زمانے سے بچاتے رہو اور وہ تمہیں زمانے کی سرد و گرم ہواؤں سے محفوظ رکھے کہ یہ مختلف ہوائیں اور فضا کے کسی بھی انسان کی زندگی کو خطرہ میں ڈال سکتی ہیں اور اس کے جان اور آبرو کو تباہ کر سکتی ہیں ۔

دوسری طرف ارشاد ہوتا ہے :

نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (بقرہ)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں لہذا اپنی کھیتی میں جب اور جس طرح چاہو آسکتے ہو (شرط یہ ہے کہ کھیتی برباد نہ ہونے پائے)

اس بلے غ فقرہ سے مختلف مسائل کا حل تلاش کیا گیا ہے اولاً بات کو یک طرفہ رکھا گیا ہے اور لباس کی طرح فرہقین کو ذمہ دار بنا گیا ہے بلکہ مرد کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اس رخ سے ساری ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اور کھیتی کی بقا کا مکمل انتظام کاشتکار کے ذمہ ہے زراعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے جب کہ پردہ پوشی اور سرد و گرم زمانے سے تحفظ دونوں کی ذمہ داریوں میں شامل تھا ۔

دوسری طرف اس نکتہ کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ عورت کے رابطہ اور تعلق میں اس کی اس حیثیت کا لحاظ بہر حال ضروری ہے کہ وہ زراعت کی حیثیت رکھتی ہے اور زراعت کے بارے میں کاشتکار کو یہ اختیار تو دیا جاسکتا ہے کہ فصل کے تقاضوں کو دیکھ کر کھیت کو افتادہ چھوڑ دے اور زراعت نہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا ہے کہ اسے تباہ و برباد کر دے اور قبل ا ز وقت یا ناوقت زراعت شروع کر دے کہ اسے زراعت نہیں کہتے ہیں بلکہ ہلاکت کہتے ہیں اور ہلاکت کسی قیمت پر جائز نہیں قرار دی جاسکتی ہے ۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام نے رشتہ ازدواج کو پہلی منزل پر فطرت کا تقاضا قرار دیا ۔ پھر داخلی طور پر اس میں محبت اور رحمت کا اضافہ کیا اور ظاہری طور پر حفاظت اور پردہ پوشی کو اس کا شرعی نتیجہ قرار دیا اور آخر میں استعمال کے تمام شرائط و قوانین کی طرف اشارہ کر دیا تاکہ کسی بد عنوانی ، بے ربطی اور بے لطفی نہ پیدا ہونے پائے اور زندگی خوشگوار انداز سے گزر جائے ۔

بدکاری :

ازدواجی رشتہ کے تحفظ کے لئے اسلام نے دو طرح کے انتظامات کئے ہیں : ایک طرف اس رشتہ کی ضرورت ، اہمیت اور اس کی ثانوی شکل کی طرف اشارہ کیا اور دوسری طرف ان تمام راستوں پر پابندی عائد کر دی جس کی بنا پر یہ رشتہ غیر ضروری یا غیر اہم ہو جاتا ہے اور مرد کو عورت یا عورت کو مرد کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے ارشاد ہوتا ہے :

ولاتقربوا الزنا نہ کان فاحشة وساء سبيلا (اسراء)

اور خبردار زنا کے قریب بھی نہ جانا کہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی ہے اور بدترین راستہ ہے

اس ارشاد گرامی میں زنا کے دونوں مفاسد کی وضاحت کی گئی ہے کہ ازدواج کے ممکن ہوتے ہوئے اور اس کے قانون کے رہتے ہوئے زنا اور بدکاری ایک کھلی ہوئی بے حیائی ہے کہ یہ تعلق انہیں عورتوں سے قائم کیا جائے جن سے عقد ہو سکتا ہے تو بھی قانون سے انحراف اور عفت سے کھلے لڑا ایک بے غیرتی ہے اور اگر ان عورتوں سے قائم کیا جائے جن سے عقد ممکن نہیں ہے اور ان کا کوئی مقدس رشتہ پہلے سے موجود ہے تو یہ مزید بے حیائی ہے کہ اس طرح اس رشتہ کی بھی توہین ہوتی ہے اور اس کا تقدس بھی پامال ہو جاتا ہے ۔

پھر مزید وضاحت کے لئے ارشاد ہوتا ہے :

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم (نور)

جولوگ اس امر کو دوست رکھتے ہیں کہ صاحبان ایمان کے درمیان بدکاری اور بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اس قسم کے جرائم کی عمومیت اور ان کا اشتہار و ونوں کو ناپسند کرتا ہے کہ اس طرح ایک انسان کی عزت بھی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور دوسری طرف غیر متعلق افراد میں ایسے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں اور ان میں جرائم کو آزمانے اور ان کا تجربہ کرنے کا شوق پیدا ہونے لگتا ہے جس کا واضح نتیجہ آج ہر نگاہ کے سامنے ہے کہ جب سے فلموں اور ٹی وی کے اسکرین کے ذریعہ جنسی مسائل کی اشاعت شروع ہو گئی ہے ہر قوم میں بے حیائی میں اضافہ ہو گیا ہے اور ہر طرف اس کا دور دورہ ہو گیا ہے اور ہر شخص میں ان تمام حرکات کا ذوق اور شوق بیدار ہو گیا ہے جن کا مظاہرہ صبح و شام قوم کے سامنے کیا جاتا ہے اور اس کا بدترین نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مغربی معاشرہ میں شاہراہ عام پر وہ حرکتیں ظہور پذیر ہو رہی ہیں جنہیں نصف شب کے بعد فلموں کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے اور اپنی دانست میں اخلاقیات کا مکمل لحاظ رکھا جاتا ہے اور حالات اس امر کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ مستقبل اس سے زیادہ بدترین اور بھیانک حالات ساتھ لے کر آ رہا ہے اور انسانیت مزید ذلت کے کسی گڑھے میں گرے والی ہے قرآن مجید نے انہیں خطرات کے پیش نظر صاحبان ایمان کے درمیان اس طرح کی اشاعت کو ممنوع اور حرام قرار دیا تھا کہ ایک دوا فرد کا انحراف سارے سماج پر اثر انداز نہ ہو اور معاشرہ تباہی اور بربادی کا شکار نہ ہو۔ رب کریم ہر صاحب ایمان کو اس بلا سے محفوظ رکھے ۔

تعدد ازدواج :

دور حاضر کا احساس ترین موضوع تعدد ازدواج کا موضوع ہے جسے بنیاد بنا کر مغربی دنیا نے عورتوں کو اسلام کے خلاف خوب استعمال کیا ہے اور مسلمان عورتوں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ تعدد ازدواج کا قانون عورتوں کے ساتھ نا انصافی ہے اور ان کی تحقیق و توبین کا بہترین ذرے ہے گویا عورت اپنے شوہر کی مکمل محبت کی بھی حقدار نہیں ہو سکتی ہے اور اسے شوہر کی آمدنی کی طرح اس کی محبت کی بھی مختلف حصوں پر تقسیم کرنا پڑے گا اور آخر میں جس قدر حصہ اپنی قسمت میں لکھا ہوگا اسی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

عورت کا مزاج حساس ہوتا ہے لہذا اس پر اس طرح کی ہر تقریر یا قاعدہ طور پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان مفکرین نے اسلام اور مغرب کو یکجا کرنے کے لئے اور اپنے زعم ناقص میں اسلام کو بدنامی سے بچانے کے لئے طرح طرح کی تاوے لیں ہیں اور نتیجہ کے طور پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ اسلام نے یہ قانون صرف مردوں کی تسکین قلب کے لئے بنادیا ہے ورنہ اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان اس قانون پر عمل کرے اور اس طرح عورتوں کے جذبات کو مجروح بنائے۔ ان بے چارے مفکرین نے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہیں کی ہے کہ اس طرح الفاظ قرآن کی توتاوے ل کی جاسکتی ہے اور قرآن مجید کو مغرب نواز قانون ثابت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اسلام کے سربراہوں اور بزرگوں کی سیرت کا کیا ہوگا جنہوں نے عملی طور پر اس قانون پر عمل کیا ہے اور ایک وقت میں متعدد بیویاں رکھی ہیں جب کہ ان کے ظاہری اقتصادی حالات بھی ایسے نہیں تھے جیسے حالات آجکل کے بے شمار مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان کے کردار میں کسی قدر عدالت اور انصاف کیوں نہ فرض کر لیا جائے عورت کی فطرت کا تبدل ہونا ممکن نہیں ہے اور اسے یہ احساس بہر حال رہے گا کہ میرے شوہر کی توجہ یا محبت میرے علاوہ دوسری خواتین سے بھی متعلق ہے۔

مسئلہ کے تفصیلات میں جانے کے لئے بڑا وقت درکار ہے اجمالی طور پر صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے خلاف یہ محاذ ان لوگوں نے کھولا ہے جن کے یہاں عورت سے محبت کا کوئی شعبہ نہیں ہی ہے اور ان کے نظام میں شوہر یا زوجہ کی اپنائیت کا کوئی تصویری نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ ان کی شادی کو لومیرج سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن یہ انداز شادی خود اس بات کی علامت ہے کہ انسان نے اپنی محبت کے مختلف مرکز بنائے ہیں اور آخر میں قافلہ جنس کو ایک مرکز پر ٹھہرا دیا ہے اور یہی حالات میں اس خالص محبت کا کوئی تصویری نہیں ہو سکتا ہے جس کا اسلام سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ اسلام نے توبیوی کے علاوہ کسی عورت سے محبت کا جائز بھی نہیں رکھا ہے اور بیویوں کی تعداد بھی محدود رکھی ہے اور عقد کے شرائط بھی رکھ دئے ہیں مغربی معاشرہ میں تو آج بھی یہ قانون عام ہے کی ہر مرد کی زوجہ ایک ہی ہوگی چاہے اس کی محبوبہ کسی قدر کیوں نہ ہوں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ محبوبہ محبت کے علاوہ کسی اور رشتہ سے پیدا ہوتی ہے؟ اور اگر محبت ہی سے پیدا ہوتی ہے تو یہ محبت کی تقسیم کے علاوہ کیا کوئی اور شئے ہے؟ حقے قت امر یہ ہے کہ ازدواج کی ذمہ داریوں اور گھرے لو زندگی کے فرائض سے فرار کرنے کے لئے مغرب نے عیاشی کا نیا راستہ نکلا ہے اور عورت کو جنس سر بازار بنا دیا ہے، اور یہ غریب آج بھی خوش ہے کہ مغرب نے ہمیں ہر طرح کا اختیار دیا ہے اور اسلام نے پابند بنادیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اگر کسی بچہ کو دریا کنارے موجوں کا تماشہ کرتے ہوئے چھلانگ لگانے کا ارادہ کرے اور چھوڑ دیتے

تو ے قینا خوش ہوگا کہ آپ نے اس کی خواہش کا احترام کیا ہے اور اس کے جذبات پر پابندی عائد نہیں کی ہے چاہے اس کے بعد ڈوب کر مر رہی کیون نہ جائے لیکن اگر اسے روک دیا جائے گا تو وہ ے قینا ناراض ہو جائے گا چاہے اس میں زندگی کا راز ہی کیوں نہ مضمر ہو مغربی عورت کی صورت حال اس مسئلہ میں بالکل ایسی ہی ہے کہ اسے آزادی کی خواہش ہے اور وہ ہر طرح اپنی آزادی کو استعمال کرنا چاہتی ہے اور کرتی ہے ۔ لیکن جب مختلف امراض میں مبتلا ہو کر دنیا کے لئے ناقابل توجہ ہو جاتی ہے اور کوئی اظہار محبت کرنے والا نہیں ملتا ہے تو اسے اپنی آزادی کے نقصانات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن اس وقت موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے اور انسان کے پاس کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہوتا ہے ۔

مسئلہ تعدد ازدواج پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے جو دنیا کے بے شمار مسائل کا حل ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی اور غذا کی قلت کو دیکھ کر قلت اولاد اور ضبط تولید کا احساس تو تمام مفکرین کے دل میں پیدا ہوا لیکن عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت سے پیدا ہونے والے مشکلات کو حل کرنے کا خیال کسی کے ذہن میں نہیں آیا۔

دنیا کی آبادی کے اعداد و شمار کے مطابق اگر یہ بات صحیح ہے کہ عورتوں کی آبادی مردوں سے زیادہ ہے تو ایک بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مزید آبادی کا انجام کیا ہوگا اس کے لئے ایک راستہ یہ ہے کہ اسے گھٹ گھٹ کر مرنے دیا جائے اور اس کے جنسی جذبات کی تسکین کا کوئی انتظام نہ کیا جائے یہ کام جابرانہ سیاست تو کر سکتی ہے لیکن کریمانہ شرعیت نہیں کر سکتی ہے اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ اسے عیاشوں کے لئے آزاد کر دیا جائے اور کسی بھی اپنی جنسی تسکین کا اختیار دے دیا جائے یہ بات صرف قانون کی حد تک تو تعدد ازدواج سے مختلف ہے لیکن عملی اعتبار سے تعدد ازدواج ہی کی دوسری شکل ہے کہ ہر شخص کے پاس ایک عورت زوجہ کے نام سے ہوگی اور ایک کسی اور نام سے ہوگی اور دونوں میں سلوک، برتاؤ اور محبت کا فرق رہے گا کہ ایک اس کی محبت کا مرکز بنے گی اور ایک اس کا خواہش کا ۔ انصاف سے غور کیا جائے کہ یہ کیا دوسری عورت کی توہین نہیں ہے کہ اسے نسوانی احترام سے محروم کر کے صرف جنسی تسکین تک محدود کر دیا جائے اور کیا اس صورت میں یہ امکان نہیں پایا جاتا ہے اور ایسے تجربات سامنے نہیں ہیں کہ اضافی عورت ہی اصلی مرکز محبت قرار پائے اور جسے مرکز بنایا تھا اس کی مرکزیت کا خاتمہ ہو جائے۔

بعض لوگ نے اس مسئلہ کا یہ حل نکالنے کی کوشش کی ہے کہ عورتوں کی آبادی ے قینا زیادہ ہے لیکن جو عورتیں اقتصاد - - - ی طور پر مطمئن ہوتی ہیں انہیں شادی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور اس طرح دونوں کا اوسط برابر ہو جاتا ہے اور تعدد کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے لیکن یہ تصور انتہائی جاہلانہ اور احمقانہ ہے اور یہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کے مرادف ہے کہ شوہر کی ضرورت صرف معاشی بنیادوں پر ہوتی ہے اور جب معاشی حالات سازگار ہوتے ہیں تو شوہر کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے حالانکہ مسئلہ اس کے بالکل برعکس ہے پریشان حال عورت تو کسی وقت حالات میں مبتلا ہو کر شوہر کی ضرورت کے احساس سے غافل ہو سکتی ہے لیکن مطمئن عورت کے پاس تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا مسئلہ ہی نہیں ہے ، وہ اس بنیادی مسئلہ سے کس طرح غافل ہو سکتی ہے ۔

اس مسئلہ کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی آبادی کے اس تناسب سے انکار کر دیا جائے اور دونوں کو برابر تسلیم کر لیا جائے لیکن ایک مشکل بہر حال پیدا ہوگی کہ فسادات اور آفات میں عام طور سے مردوں ہی کی

آبادی میں کمی پیدا ہوتی ہے اور اس طرح یہ تناسب ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے اور پھر بعض مردوں میں یہ استطاعت نہیں ہوتی ہے کہ وہ عورت کی زندگی اٹھاسکیں، یہ اور بات ہے کہ خواہش ان کے دل میں بھی پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ جذبات معاشی حالات کی پیداوار نہیں ہوتے ہیں۔ ان کا سرچشمہ ان حالات سے بالکل الگ ہے اور ان کی دنیا کا قیاس اس دنیا پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مسئلہ کا ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ جو صاحبان دولت و ثروت و استطاعت ہیں انہیں مختلف شادیوں پر آمادہ کیا جائے اور جو غریب اور نادار ہیں اور مستقل خرچ برداشت نہیں کر سکتے ہیں ان کے لئے غیر مستقل انتظام کیا جائے اور سب کچھ قانون کے دائرہ کے اندر ہو مغربی دنیا کی طرح لاقانونیت کا شکار نہ ہو کہ دنیا کی ہر زبان میں قانونی رشتہ کو ازدواج اور شادی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور غیر قانونی رشتہ کو عیاشی کہا جاتا ہے اسلام ہر مسئلہ کو انسانیت، شرافت اور قانون کی روشنی میں حل کرنا چاہتا ہے اور مغربی دنیا قانون اور لاقانونیت میں امتیاز کی قائل نہیں ہے حیرت کی بات ہے جو لوگ ساری دنیا میں اپنی قانون پرستی کا ڈھنڈورا پے ٹتے ہیں وہ جنسی مسئلہ میں اس قدر بے حس ہوجاتے ہیں کہ یہاں کسی قانون کا احساس نہیں رہ جاتا ہے اور مختلف قسم کے ذلےل ترین طریقے بھی برداشت کر لیتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ مغرب ایک جنس زدہ ماحول ہے جس نے انسانیت کا احترام ترک کر دیا ہے اور وہ اپنی جنسیت ہی کو احترام انسانیت کا نام دے کر اپنے عیب کی پردہ پوشی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

بہر حال قرآن نے اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی ہے :

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ او ثلاث وربع فان خفتم الا تعدلوا
فواحدة او ماملکت ایمانکم ذلک ادنی الاتعدلوا (نساء ۳)

اور اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں باچھی لگے ان سے عقد کرو دو تین چار اور اگر خوف ہے کہ ان میں بھی انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک یا جو تمہاری کنیزہ ہیں۔ آیت شرعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سماج کے ذہن میں ایک تصور تھا کہ یتیموں کے ساتھ عقد کرنے میں اس سلوک کا تحفظ مشکل ہوجاتا ہے جس کا مطالعہ ان کے بارے میں کیا گیا ہے تو قرآن نے صاف واضح کر دیا کہ اگر یتیموں کے بارے میں انصاف مشکل ہے اور اس کے ختم ہوجانے کا خوف اور خطرہ ہے تو غیر یتیم افراد میں شادیاں کرو اور اس مسئلہ میں تمہیں بچار تک آزادی دیدی گئی ہے کہ اگر انصاف کر سکو تو چار تک عقد کر سکتے ہو ہاں اگر یہاں بھی انصاف برقرار نہ رہنے کا خوف ہے تو پھر ایک ہی پر اکتفاء کرو اور باقی کنیزی سے استفادہ کرو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تعدد ازدواج میں انصاف کی قید ہوس رانی کے خاتمہ اور قانون کی برتری کی بہترین علامت ہے اور اس طرح عورت کے وقار و احترام کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ بات نظر انداز نہیں ہونی چاہیے کہ انصاف کا وہ تصور بالکل بے بنیاد ہے جو ہمارے سماج میں رائج ہو گیا ہے اور جس کے پیش نظر تعدد ازدواج کو صرف ایک ناقابل عمل فارمولہ قرار دے دیا گیا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ انصاف مکمل مساوات ہے اور مکمل مساوات بہر حال ممکن نہیں ہے اسی لئے کہ نئی عورت کی بات اور ہوتی ہے اور پرانی عورت کی بات اور ہوتی ہے اور دونوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ ممکن نہیں حالانکہ یہ تصور بھی ایک جاہلانہ بے انصاف کے معنی صرف یہ ہیں کہ ہر صاحب حق کو اسکا حق دیدیا جائے جسے شرعیت کی زبان میں واجبات کی پابندی اور حرام سے پرہیز سے تعبیر کیا جاتا ہے اس سے زیادہ انصاف کا کوئی مفہوم نہیں ہے بنا

برائے اگر اسلام نے چار عورتوں میں ہر عورت کی ایک رات قرار دی ہے تو اس سے زیادہ کا مطالبہ کرنا نا انصافی ہے گھر میں رات نہ گزارنا نا انصافی نہیں ہے اسی طرح اگر اسلام نے فطرت کے خلاف نئی اور پرانی زوجہ کو یکساں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان امتیاز برتنا خلاف انصاف ہے لیکن اگر اسی نے فطرت کے تقاضوں کے پیش نظر شادی کے ابتدائی سات دن نئی زوجہ کے لئے مقرر کردئے ہیں تو اس سلسلہ میں پرانی زوجہ کا مداخلت کرنا نا انصافی ہے۔ شوہر کا امتیازی برتاؤ کرنا نا انصافی نہیں ہے اور حقے قوت امر یہ ہے کہ سماج نے شوہر کے سارے اختیار سلب کر لئے ہیں لہذا اسکا ہر اقدام ظلم نظر آتا ہے ورنہ ایسے شوہر بھی ہوتے ہیں جو قومی یا سیاسی ضرورت کی بناء پر مدتوں گھر کے اندر داخل نہیں ہوتے ہیں اور زوجہ اس بات پر خوش رہتی ہے کہ میں بہت بڑے عہدیدار یا وزیر کی زوجہ ہوں اور اس وقت اسے اس بات کا خیال بھی آتا ہے کہ میرا کوئی حق پامال ہو رہا ہے لیکن اسی زوجہ کو اگر یہ اطلاع ہو جائے کہ وہ دوسری زوجہ کے گھرات گزارتا ہے تو ایک لمحہ کے لئے برداشت کرنے کو تیار نہ ہوگی جو صرف ایک جذباتی فیصلہ ہے اور اس کا انسانی زندگی کے ضروریات سے کوئی تعلق نہیں ہے ضرورت کا لحاظ رکھا جائے تو اکثر حالات میں اور اکثر انسانوں کے لئے متعدد شادیاں کرنا ضروریات میں شامل ہے جس سے کوئی مرد یا عورت انکار نہیں کر سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ سماج سے دونوں مجبور ہیں اور کبھی گھٹن کی زندگی گزار لیتے ہیں اور کبھی بے راہ روی کے راستہ پر چل پڑتے ہیں جسے ہر سماج برداشت کر لیتا ہے اور اسے معذور قرار دیتا ہے جب کہ قانون کی پابندی اور رعایت میں معذور قرار نہیں دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اسلام نے تعدد ازدواج کو عدالت سے مشروط قرار دیا ہے لیکن عدالت کو اختیاری نہیں رکھا ہے بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے اور ہر مسلمان سے مطالبہ کیا ہے کہ اپنی زندگی میں عدالت سے کام لے اور کوئی کام خلاف عدالت نہ کرے عدالت کے معنی واجبات کی پابندی اور حرام سے پرہیز کے ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی انسان آزاد نہیں ہے، ہر انسان کے لئے واجبات کی پابندی بھی ضروری ہے اور حرام سے پرہیز بھی۔ لہذا عدالت کوئی اضافی شرط نہیں ہے۔ اسلامی مزاج کا تقاضہ ہے کہ ہر مسلمان کو عادل ہونا چاہیے اور کسی مسلمان کو عدالت سے باہر نہیں ہونا چاہیے جس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ قانون تعدد ازدواج ہر سچے مسلمان کے لئے قابل عمل بلکہ بڑی حد تک واجب العمل ہے کہ اسلام نے بنیادی مطالبہ دو یا تین یا چار کا کیا ہے اور ایک عورت کو استثنائی صورت دی ہے جو صرف عدالت کے نہ ہونے کی صورت میں ممکن ہے اور اگر مسلمان واقعی مسلمان ہے عینی عادل ہے تو اس کے لئے قانون دو یا تین یا چار ہی کا ہے اس کا قانون ایک کا نہیں ہے جس کی مثالیں بزرگان مذہب کی زندگی میں ہزاروں کی تعداد میں مل جائیں گی اور آج بھی رہبران دین کی اکثریت اس قانون پر عمل پیرا ہے اور اسے کسی طرف سے خلاف اخلاق و تہذیب یا خلاف قانون و شرعیت نہیں سمجھتی ہے اور نہ کوئی ان کے کردار پر اعتراض کرنے کی ہمت کرتا ہے زیر لب مسکراتے ضرور ہیں کہ یہ اپنے سماج کے جاہلانہ نظام کی دین ہے اور جہالت کا کم سے کم مظاہرہ اسی انداز سے ہوتا ہے۔

اسلام نے تعدد ازدواج کے ناممکن ہونے کی صورت میں بھی کنیزوں کی اجازت دی ہے کہ اسے معلوم ہے کہ فطری تقاضے صحیح طور پر ایک عورت سے پورے ہونے مشکل ہیں، لہذا اگر نا انصافی کا خطرہ ہے اور دامن عدالت کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو انسان زوجہ کے ساتھ رابطہ کر سکتا ہے اگر کسی سماج میں کنیزوں کا وجود ہو اور ان سے رابطہ ممکن ہو۔ اس مسئلہ سے ایک سوال خوج بخود پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے اس احساس کاثبت دیتے ہوئے کہ ایک عورت سے پرسکون زندگی گزارنا انتہائی دشوار گزار عمل ہے پہلے تعدد ازدواج کی اجازت دی اور پھر اس کے ناممکن ہونے کی صورت میں دوسری زوجہ کی کمی کنیز سے پوری کی تو اگر کسی سماج میں

کنیزوں کا وجود نہ ہوا اس قدر قلعے ہو کہ ہر شخص کی ضرورت کا انتظام نہ ہوسکے تو اس کنیز کا متبادل کیا ہوگا اور اس ضرورت کا علاج کس طرح ہوگا جس کی طرف قرآن مجید نے ایک زوجہ کے ساتھ کنیز کے اضافہ سے اشارہ کیا ہے ۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں سے متعہ کے مسئلہ کا آغاز ہوتا ہے یا اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر اسلام نے مکمل جنسی حیات کی تسکین کا سامان کیا ہے اور کنیزوں کا سلسلہ موقوف کر دیا ہے اور تعدد ازواج میں عدالت و انصاف کی شرط لگادی ہے تو اسے دوسرا رستہ بہر حال کھولنا پڑے گا تاکہ انسان عیاشی اور بدکاری سے محفوظ رہ سکے، یہ اور بات ہے کہ ذہنی طور پر عیاشی اور بدکاری کے دلدادہ افراد متعہ کو بھی عیاشی کا نام دیدیتے ہیں اور یہ متعہ کی مخالفت کی بنا پر نہیں بلکہ عیاشی کے جواز کی بنا پر ہے کہ جب اسلام میں متعہ جائز ہے اور وہ بھی ایک طرح کی عیاشی ہے تو متعہ کی کیا ضرورت ہے سیدھے سیدھے عیاشی ہی کیونہ کی جائے اور یہ درحقیقت متعہ کی دشواریوں کا اعتراف ہے اور اس امر کا اقرار ہے کہ متعہ عیاشی نہیں ہے اس میں قانون، قاعدہ کی رعایت ضروری ہے اور عیاشی ان تمام قوانین سے آزاد اور بے پرواہ ہوتی ہے ۔

سرکارِ دو عالم کے اپنے دور حکومت میں اور خلافتوں کے ابتدائی دور میں متعہ کا رواج قرآن مجید کے اسی قانون کی عملی تشریح تھا جب کہ اس دور میں کنیزوں کا وجود تھا اور ان سے استفادہ ممکن تھا تو یہ فقہاء اسلام کو سوچنا چاہیے کہ جب اس دور میں سرکارِ دو عالم نے حکم خدا کے اتباع میں متعہ کو حلال اور رائج کر دیا تھا تو کنیزوں کے خاتمہ کے بعد اس قانون کو کس طرح حرام کیا جاسکتا ہے یہ تو عیاشی کا کھلا ہوا راستہ ہوگا کہ مسلمان اس کے علاوہ کسی راستہ نہ جائے گا اور مسلسل حرام کاری کرتا رہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا تھا کہ اگر متعہ حرام نہ کر دیا گیا ہوتا تو بدنصیب اور شقی انسان کے علاوہ کوئی زنانہ کرتا گویا آپ اس امر کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ متعہ پر پابندی عائد کرنے والے نے متعہ کا راستہ بند نہیں کیا بلکہ عیاشی اور بدکاری کا راستہ کھولا ہے اور اس کا روز قیامت جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اسلام اپنے قوانین میں انتہائی حکیمانہ روش اختیار کرتا ہے اور اس سے انحراف کرنے والوں کو شقی اور بدبخت سے تعبیر کرتا ہے ۔